حقوق کے قابل معاوضہ ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں اصولی بحث

مولانا عمر عابدین قاسمی

حقوق پر عوض لینے کی مروجہ صورتیں:

کن حقوق کا مالی عوض لینا درست ہے اور کن کا درست نہیں ہے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم حقوق کی بنیادی اقسام پر نگاہ ڈالیں، عام طور پر اہل علم اس کی دوقسمیں بیان کرتے ہیں، حقوق شرعیہ، حقوق عرفیہ۔

ا۔حقوق شرعیہ:

یعنی وہ حقوق جن کا ثبوت اصحاب حقوق کے لئے شریعت کی طرف سے ہو، خواہ وہ نص صریح کی بنیاد پر ہوں یا نص میں اس کا اشارہ ہو، کہ اگر نص موجود ہی نہ ہوتی تو ان کا حقوق ہونا ثابت نہ ہوتا۔

پھر حقوق شرعیہ کی بھی دوقسمیں ہیں:

(الف) حقوق اصلیہ (ب) حقوق ضروریہ۔

(الف) حقوق اصلیہ:

وہ حق جو صاحب حق کو ابتداءً اور اصالۃً دیا گیا ہو، محض دفع ضرر کے طور پر اس کی مشروعیت نہیں ہوئی ہو، جیسے بیوی سے صحبت کا حق (حق تمتع)، حق قصاص اور حق میراث وغیرہ، کہ یہ وہ حقوق ہیں جو خاص افراد کو ان کی خاص صفات کی بنیاد پر اصالۃً فراہم کئے گئے ہیں، بیوی سے تمتع کا حق شوہر کو زوجیت کی نسبت سے دیا گیا ہے، وارث مورث سے خاص رشتہ رکھنے کی وجہ پر وراثت کا مستحق ہوتا ہے، اسی طرح مقتول کے ورثہ کو مقتول سے تعلق کے پائے جانے کی وجہ سے حق قصاص دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان اصحابِ حق کو یہ حقوق محض دفع ضرر کے لئے نہیں دیئے گئے ہیں، بلکہ یہ ابتداءً اور اصالۃً اصحاب حقوق کے لئے ثابت ہوئے ہیں۔

حقوق اصلیہ کے احکام:

(۱) حقوق اصلیہ شرعاً قابل انتقال نہیں ہیں، لہٰذا:

- نہ ان کو فروخت کرنا درست ہے۔
- نہ ان کو ہبہ کیا جاسکتا ہے۔
- نہ ان میں وراثت جاری ہوسکتی ہے۔

(۲) حقوق اصلیہ کا عوض صلح اور دستبرداری کے ذریعہ لیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ وہ حقوق اس وقت موجود اور قائم ہوں، اور اگر مستقبل میں وجود پذیر ہونے کی توقع ہو تو ایسے حقوق کا صلح اور دستبرداری کے ذریعہ بھی عوض لینا درست نہیں ہے۔ صلح کے ذریعہ عوض لینے کی مثال یہ ہے کہ مقتول کے اولیاء کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ قاتل سے متعینہ مقدار میں مال لے کر صلح کرلے اور قاتل قصاص کے طور پر قتل کئے جانے سے مال دے کر بچ جائے، یہ گویا صاحبِ حق کا کچھ مقدار میں مال لے کر قاتل کی جان لینے سے باز رہنا ہے، اس صلح اور دستبرداری کا جواز خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اور وہ حقوق جن کا پایا جانا مستقبل میں متوقع ہو، کی مثال ہے: وارث کا حق مالِ وراثت میں، جبکہ مورث خود بقید حیات ہو، پس وارث کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ مورث کی زندگی ہی میں حق وراثت سے صلح یا دستبرداری کے طور پر عوض لے لے، کیونکہ جب تک مورث باحیات ہے وارث کا حق وراثت میں موجود قائم ہی نہیں ہے، بلکہ یہ مستقبل میں متوقع حق ہے، مستقبل میں اس حق کا وقوع پذیر ہونا بھی ممکن ہے اور یہ بھی کہ وقوع پذیر ہی نہ ہو، اس طرح کہ وارث کا مورث سے پہلے ہی انتقال ہوجائے، یا یہ کہ وارث میں کوئی ایسی بات پیدا ہوجائے جو وراثت بننے میں مانع ہے اور وہ حق وراثت کا اہل ہی باقی نہیں رہ پائے۔

(ب) حقوق ضروریہ (دفع ضرر کیلئے دیئے گئے حقوق):

حقوق شرعیہ کی دوسری قسم ”حقوق ضروریہ“ کی ہے، یعنی وہ حقوق جو اصحابِ حق کو محض ضرر اور نقصان دور کرنے کے لئے دیئے گئے ہوں، اصالۃً ان کا ثبوت نہیں ہو، حقوق ضروریہ کے زمرہ میں حق شفعہ، حق حضانت (پرورش کا حق) اور حق ولایت وغیرہ آتے ہیں۔ مثال کے طور پر حق شفعہ ہے، شریعت نے یہ حق شفیع کو دیا ہے اور اس کا مقصد شفیع سے ضرر کو دفع کرنا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ حق خلاف اصل ہے،

کیونکہ اصل یہ ہے کہ فروخت کرنے والا اور خریدار جو معاملہ آپس کی رضامندی سے کرے وہ قابل اعتبار ہو، لیکن چونکہ ممکن تھا کہ شفیع کو آنے والے پڑوسی سے ضرر ونقصان پہنچے، اس لئے اسے یہ حق فراہم کیا گیا ہے، کسی تیسرے کو اس میں دخل دینے کا اختیار نہیں ہوگا، پس یہ حق ضرر دور کرنے کے مقصد سے دیا گیا ہے، نہ کہ اصالۃً۔

حقوق ضروریہ کے احکام:

حقوق ضروریہ کا عوض نہیں لیا جاسکتا، لہٰذا:

- نہ ان کو بیچنا درست ہے۔
- نہ ان کا ہبہ کرنا درست ہے۔
- اور نہ صلح ودستبرداری کے طور پر ان کا عوض لینا جائز ہے۔

مثال کے طور پر شریعت نے ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں شوہر کو شب گذاری کے لئے باری لگانے کا حکم دیا ہے اور یہ حق بیوی سے ضرر دور کرنے کیلئے دیا گیا ہے، اب یہ درست نہیں ہے کہ کوئی بیوی اپنی باری دوسری بیوی کو فروخت کردے یا صلح کے طور پر اس حق سے دستبردار ہوجائے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عورت کو باری کے ترک کرنے سے کوئی ضرر ونقصان نہیں پہنچ رہا ہے، اسی لئے جب تک وہ دستبردار رہے، اس کا یہ حق بلا معاوضہ ساقط ہوجائے گا۔

حقوق ضروریہ اور حقوق اصلیہ کے درمیان فرق:

حقوق شرعیہ کی دونوں قسموں اصلیہ اور ضروریہ کے درمیان جو فرق ہے اس کی وضاحت سابقہ تفصیلات سے ہوجاتی ہے، تاہم اس فرق کو خود بعض فقہاء نے بھی بیان کیا ہے، علامہ شامی نے بیری شرح اشباہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

> **وحاصله ان ثبوت حق الشفعة للشفيع، وحق القسم للزوجة، وكذا حق الخيار فى النكاح للمخيرة انما هو لدفع الضرر عن الشفيع والمراة، وما ثبت لذلک لايصح الصلح عنه، لان صاحب الحق لما رضى، علم انه لا يتضرر بذلک، فلا يستحق شيئا، اما حق الموصى له بالخدمة فليس كذلک، بل ثبت له**

علی وجه البر والصلة، فيكون ثابتا له اصالة، فيصح عنه اذا نزل عنه بغيره، ومثله ما مر عن الاشباه من حق القصاص والنكاح والرق، حيث صح الامتياز عنه، لانه ثابت لصاحبه اصالة لاعلی وجه دفع الضرر عن صاحبه. (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ شفیع کے لئے حق شفعہ کا ثبوت اور بیوی کے لئے ''باری کا حق'' اور مخیّرہ یعنی جس عورت کو شوہر طلاق واقع کر لینے کا اختیار دیدے، کا حق خیار، یہ سب شفیع، بیوی اور مخیّرہ سے ضرر کو دور کرنے کے لئے ہے، اور جو حقوق دفع ضرر کے لئے ہوں ان میں مال لے کر صلح اور دستبرداری درست نہیں ہے، اس لئے کہ جب صاحب حق صلح پر راضی ہو جائے تو اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسے کوئی ضرر نہیں ہے، لہٰذا وہ کسی چیز کا مستحق نہیں ہوگا۔ لیکن وہ شخص جس کے لئے خدمت کی وصیت کی گئی ہے، اس کا حکم اس سے جداگانہ ہے، اس کے لئے ''حق خدمت'' بھلائی اور صلہ رحمی کے طور پر ثابت ہوا ہے، لہٰذا اس کا یہ حق اصالۃً ثابت ہے (نہ کہ دفع ضرر کے لئے)، چنانچہ دوسرے کے لئے حق خدمت سے دستبردار ہو کر صلح کرنا درست ہوگا، اسی طرح کا حکم حق قصاص، حق نکاح اور حق غلامی کا ہے، کہ ان کا عوض لینا درست ہے، کیونکہ یہ حقوق اصحاب حقوق کے لئے اصالۃً ثابت ہوئے ہیں نہ کہ دفع ضرر کے طور پر۔

۲۔ حقوق عرفیہ:

حقوق عرفیہ سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا ثبوت عرف وعادت اور تعامل کی بنیاد پر ہو اور ان کے ثبوت پر نص موجود نہ ہو، جیسے گذرنے کا حق (حق مرور)، پانی کی نکاسی کا حق (حق مسیل)، پانی لینے کا حق (حق شرب) اور اوپر جگہ لینے کا حق (حق تعلّی) وغیرہ۔ کہ یہ وہ حقوق ہیں جن کا ثبوت نہ کسی صریح نص سے ہے اور نہ نص کے اشارہ سے، بلکہ یہ عرف اور تعامل کی بناپر ثابت ہوئے ہیں، اس لئے اس کو بعض اہل علم نے ''حقوق عرفیہ'' سے تعبیر کیا ہے، اور چونکہ عرف خود شریعت کی ایک اصل ہے اس لئے ان کا اعتبار کیا گیا ہے۔

ان العصا من العصية خشت اول چون نهد معمار کج...... تا ثریا می رود دیوار کج

کتب فقہ میں چند عرفی حقوق کا تذکرہ موجود ہے اور فقہاء نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ کن حقوق عرفیہ کا مالی عوض لینا درست ہے اور کن کا نہیں؟ کتب فقہ میں جن عرفی حقوق کا ذکر آیا ہے، وہ یہ ہیں۔

(۱) حق مرور (۲) حق تعلّی

(۳) حق مسیل (۴) حق شرب

(۵) حق جوار (دیوار پر لکڑی رکھنے کا حق) وغیرہ۔

ان حقوق کی تعریف اور ان کے احکام آئندہ ذکر کئے جائیں گے۔

عرفی حقوق کی قسمیں:

عرفی حقوق کو تین زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ اشیاء سے انتفاع کا حق

۲۔ حق اسبقیت

۳۔ حق عقد

پہلی قسم سے مراد مادی اشیاء کے منافع سے استفادہ کا حق ہے، (۲) اس کی مختلف صورتیں ہیں، جیسے حق مرور، حق تعلّی، حق تسیل اور حق شرب وغیرہ۔ ان حقوق کا تذکرہ، خود فقہاء نے ''حقوق مجردہ کی بیع'' کے عنوان سے کتب فقہ میں کیا ہے، نیز ان کی خرید وفروخت کے حکم پر بھی بحث کی ہے۔

دوسری قسم سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں اصلاً مباح ہوں، ان میں سے کسی چیز پر سب سے پہلے قابض ہونے کی وجہ سے انسان کو مالک بننے کا حق یا اس مال کے ساتھ ایک خصوصیت حاصل ہوتی ہے، اسی کو ''حق اسبقیت'' کہا جاتا ہے۔ (۳)

تیسری قسم ''حق عقد'' ہے، اس سے مراد کسی دوسرے کے ساتھ عقد کو وجود میں لانے یا عقد کو باقی رکھنے کا حق ہے، مثلاً مکانات اور دکانوں کو خالی کرنے کا، یہ مالک مکان یا دکان کے ساتھ عقد اجارہ کو وجود میں لانے یا اس کو باقی رکھنے کا حق ہے، (۴) اسی طرح ''حق وظیفہ'' ہے کہ یہ حکومت یا وقف کے متولی کے ساتھ عقد اجارہ کو باقی رکھنے کا حق ہے۔

حقوق عرفیہ کی ان تینوں قسموں کا ذکر فقہ کی قدیم کتابوں میں موجود ہے، نیز فقہاء کے ہاں یہ

بحث بھی ملتی ہے کہ ان کی خرید وفروخت درست ہے یا نہیں؟ آگے حقوق کی مختلف قسموں کے احکام بیان کئے جائیں گے، تو عرفی حقوق کی مختلف صورتوں کی وضاحت سامنے آسکے گی اور ان کا حکم معلوم ہوگا، کیونکہ عرفی حقوق کی یہ اجمالی تقسیم تمام قسموں کو سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

حقوق پر عوض لینے کی مختلف صورتیں:

کسی ذاتی ملکیت کو دوسرے شخص کے زیر قبضہ دینے کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ اس شئی کو بلا عوض کسی کے حوالہ کر دیا جائے، جیسے: ہبہ، عطیہ، صدقہ اور زکوۃ وغیرہ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ شئی عوض لے کر دوسرے کے حوالہ کی جائے۔ پھر عوض لینے کی بھی چند صورتیں ہیں: ایک اہم صورت تو وہی ہے جسے ''بیع'' کہتے ہیں، دوسری صورت ''اجارہ'' کی ہے، یعنی کسی کو معینہ وقت یا مقدار تک منفعت کا مالک بنانا، جیسے مکان یا دکان کو کرایہ پر لگانا وغیرہ......اس کی ایک تیسری صورت بھی ہے کہ عوض لے کر اپنے حق سے دستبردار ہو جایا جائے، اس کو فقہاء ''تنازل'' اور ''تصالح'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس آخری اور پہلی صورت میں بہت معمولی سا فرق ہے، اس فرق کو مولانا عبید اللہ اسعدی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

> اس صورت میں بیع و اجارہ کی معروف شکل و معاملہ کے مطابق بھاؤ تاؤ اور ایک دوسرے کے بالمقابل دونوں اشیاء کی مادی و مالی حیثیت کی پوری رعایت کی بھر پور کوشش نہیں کی جاتی، بلکہ ایک شئے کی واقعی حیثیت، نافعیت اور مادیت و مالیت سے الگ ہٹ کر یہ سوچ لیا جاتا ہے کہ اچھا، لاؤ یہ دے کر معاملہ کرلو......مثلاً ایک شخص کا انتقال ہوتا ہے، دو لڑکے وارث ہوتے ہیں، ایک لڑکا اپنا واقعی حق و حصہ نہ لے کر...... دوسرے بھائی سے یہ معاملہ کر لیتا ہے کہ تم متروکہ و موروثہ اشیاء میں سے بس فلاں چیز مجھ کو دے دو باقی سب تم لے لو، جبکہ اس کا حق متفرق چیزوں میں ہوتا ہے اور بسا اوقات جو چیز وہ لے رہا ہے اس کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے، (۵) بالفاظ دیگر بیع میں ''مماطلة'' (کھینچ تان) ہوا کرتا ہے اور تنازل میں ''مسامحة'' (چشم پوشی اور درگزر) ہوا کرتا ہے۔

حقوق کا عوض لینے کے سلسلہ میں بنیادی اصول :

اوپر جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں، ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بعض حقوق وہ ہیں، جن کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کا عوض نہیں لیا جا سکتا، اور ان کی خرید وفروخت جائز نہیں، بعض حقوق وہ ہیں جن کو خود شریعت نے قابل معاوضہ قرار دیا ہے، اس لئے ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، بعض حقوق جو عرف ورواج کی بنیاد پر قابل معاوضہ تسلیم کئے جانے لگے ہیں، کے سلسلہ میں علماء وارباب افتاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، تاہم اس دور کے اکثر اہل علم ان کو قابل معاوضہ تسلیم کرتے ہیں، ایسی صورت میں کچھ اصول وحدود کی تعیین ضروری ہے، جن کو حقوق کے قابل معاوضہ ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں معیار بنایا جائے، اس سلسلہ میں کوئی منضبط بحث ایک جگہ اس حقیر کو نہیں مل سکی البتہ حقوق مجردہ کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں مختلف اہلِ علم اور خاص کر علامہ شامی نے جو بحث کی ہے، ان کو سامنے رکھتے ہوئے جو چند نکات منقح ہوتے ہیں، ان کو نمبر وار درج کیا جاتا ہے، **فان اصبت فمن اللّٰہ وان اخطات فمني، ومن الشيطان.**

۱۔ جو حقوق فی الحال ثابت نہیں ہیں، بلکہ مستقبل میں ان کا پایا جانا متوقع ہے، ان کا عوض لینا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، مثلاً حق وراثت کا عوض لینا خود مورث ہی کی زندگی میں، اسی طرح مولی کا ولاءِ عتاقہ حاصل کرنا غلام کی زندگی میں، وغیرہ۔

۲۔ وہ حقوق جو اصحابِ حقوق کے لئے براہ راست (اصالةً) ثابت ہوئے ہوں، نہ کہ دفع ضرر ومشقت کے طور پر، اور وہ قابل انتقال بھی نہ ہوں، تو ان کا عوض لینا بیع کے طور پر جائز نہیں ہے، البتہ ان پر مال کے بدلہ میں صلح کرنا اور اس سے دستبردار ہونا جائز ہے، **و اذا کان ثبت علی وجه البر والصلة فيكون ثابتا له اصالةً فيصح الاعتياض عنه.**

۳۔ وہ حقوق جو دفع ضرر کے لئے اصحاب حقوق کے واسطے ثابت ہوئے ہیں، ان کا عوض لینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، نہ تو بیع کے طریقہ پر اور نہ صلح ودستبرداری کے ذریعہ، جیسے شفعہ اور طلاق کے بارے میں عورت کا حق خیار جس کو علیحدگی کا اختیار دے دیا گیا ہو، وغیرہ، **الحق اذا كان شرع لدفع الضرر فلا يجوز الاعتياض عنه.(٦)**

۴۔ وہ حقوق جو محل میں موجود ہوں، یعنی اعیان کے ساتھ وابستہ ہوں، تو ان کا عوض لینا جائز ہے، مثلاً راستہ چلنے کا حق، پانی بہانے اور حاصل کرنے کا حق وغیرہ، (۷) علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ:

انک لا تجتني من الشوک العنب ☆ هرگز از شاخ بید برنخوری خرما نتوان خورد ازاین خار که کشتیم

ان یکون حقاً ثابتاً له فی المحل فما لایکون حقاًله او لا یکون حقاً ثابتاً له فی المحل لایجوز الصلح عنه .(۸)

(مال پر) صلح کے جائز ہونے کے لئے تیسری شرط یہ ہے کہ اس کا وہ حق محل میں ثابت ہو، لہٰذا جو اس کا حق ہی نہ ہو، یا حق محل میں ثابت نہ ہو، اس کے بدلہ میں صلح جائز نہیں۔

۵۔ وہ حقوق جو عرف کی وجہ سے مال شمار کئے جانے لگے ہیں، ان کا عوض لینا بھی جائز ہوگا، بشرطیکہ اس میں غرر و جہالت نہ پائی جائے اور شریعت کے مقررہ اصولوں سے تعارض نہ ہو، والمالية انما تثبت بتمول الناس كافة او بتقوم المناس .(۹)

۶۔ ان امور کے علاوہ اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا، کہ عرف کی بنیاد پر نص کے کسی حکم کو معطل نہیں کیا جاسکتا، ہاں! عرف عام (جو تمام علاقوں میں مروج ہو) کی بناء پر نصوص میں تخصیص کی جاسکتی ہے، جیسا کہ اہل علم نے عرف و عادت کے مباحث میں لکھا ہے، لہٰذا اگر کسی حق پر معاوضہ مروج ہوگیا ہو، لیکن کوئی نص اس حق کو یا اس کی قیمت کے لینے کو نادرخواست قرار دیتی ہو، تو ایسے عرف ورواج کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے تیسرے فقہی سیمینار منعقدہ بنگلور ۸ تا ۱۱ ارجون ۱۹۹۰ء میں حقوق کی خرید وفروخت کا مسئلہ بھی زیر بحث تھا، اس موقع پر مال کی حقیقت اور حقوق کی خرید وفروخت کے سلسلہ مین جو اصولی تجویز باتفاق رائے منظور ہوئی، وہ اس طرح ہے:

(۱) بیع میں مال کی شرط جوہری ہے۔

(۲) مال کی حقیقت نصوص شرعیہ نے متعین نہیں کی ہے، پس اس کا اصل مدار ہر عہد کے اس عرف و رواج پر ہے جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔

(۳) وہ تمام حقوق جن کی مشروعیت اصالۃً نہیں بلکہ صاحب حق سے کسی ضرر کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے، ایسے حقوق پر عوض لینا جائز نہیں جیسے شفعہ۔

(۴) جو حقوق نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہوں، البتہ ان سے مالی منفعت متعلق ہوگئی اور عرف میں ان کا عوض لینا مروج اور معروف ہو چکا ہو، نیز ان کی حیثیت محض دفعِ ضرر کی نہ ہو اور نہ وہ شریعت کے عمومی مقاصد و مصالح سے متصادم ہوں، ایسے حقوق پر عوض حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔(۱۰)

حواشی

(۱) ردالمحتار مع الدر، کتاب الشفعۃ، جلد:۹۔

(۲) فقہی مقالات:۱/۱۲۸۔۶۷۔

(۳) فقہی مقالات:۱/۱۹۲۔

(۴) فقہی مقالات:۱/۱۹۸۔

(۵) مجلہ فقہ اسلامی، بابت تیسرا فقہی سیمینار:۳/۲۰۸۔

(۶) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ:۴/۲۴۳۔

(۷) حق مرور اور حق شرب وغیرہ کی خرید وفروخت کو شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ تقریباً بالاتفاق جائز قرار دیتے ہیں اور حنفیہ میں سے متاخرین کے نزدیک بھی مختار قول جواز ہی کا ہے۔عمر عابدین۔

(۸) بدائع الصنائع:۵/۶۱،تحقیق محمد عدنان۔

(۹) ردالمحتار۴/۳،البحر الرائق:۵/۲۷۷۔

(۱۰) دیکھئے:اہم فقہی فیصلے۳۲۔۳۸۔

مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب کی

ہجرت سے لیکر آج تک مدینہ منورہ میں ہونے والے

ارتقائی مراحل کے ذکر پر مشتمل جامع کتاب

تاریخ مدینہ ...... شائع ہوگئی

﴿ناشر﴾

جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستان جوہر بلاک ۱۵۔کراچی

☆ان مع العسر یسرا......باہر سختی آسانی است☆